ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

رجسٹرڈ ایل

THE HAKAM QADIAN

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب

نمبر ۲۴ | قادیان دارالامن والامان -۱۰- جولائی ۱۸۹۹ء | جلد ۳

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے خطوط

میرا تیسرا خط

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -

مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی کہ میری پہلی دو چٹھیاں امید سے زیادہ نافع اور مقبول ہوئیں۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میری غرض یہی ہے کہ میں کسی طرح اپنی استطاعت کے موافق اپنے غائب دوستوں کو اس سرور و ذوق سے بہرہ مند کروں جس نے مجھے سرشار کر رکھا ہے اور یہ لذت جو اس پاک صحبت سے مجھے مل رہی ہے وہمی اور خیالی نہیں جیساکہ ایک جلد باز معترض فوراً کہدینے کو طیار ہو جائیگا بلکہ اخلاق میں ایک پاک تبدیلی عیاں دیکھتا ہوں آج صبح ہی کا میں عزیز برادر مفتی صادق سے کہہ رہا تھا کہ منجملہ اُن بیشمار سبقوں کے جو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک زندگی سے سیکھتے ہیں ایک بڑا بھاری سبق جس کی ہمیں انسان اور تمدنی انسان بننے کے لئے اس عالم میں سخت ضرورت ہے۔ وہ کیا ہے؟ استقامت اور ہر قسم کے زلزلہ ڈالنے والی اور ہمت کی کمر کو ڈھیلا کر دینے والی اور جی کو ہرا کر بٹھا دینے والی شدتوں اور فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابل فوق العادۃ صبر۔ اخلاق پر لکھنے والوں نے اسپر بہت کچھ لکھا ہے اور اس قوت کے زندہ رکھنے اور نشو و نما دینے کے لئے بہت سی تدابیر لکھی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ زندہ نمونہ اور انسان کامل کی عملی زندگی سے بہتر کوئی نمونہ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کس قدر خوفناک ابتلا اور فتنے ہمارے پیارے مسیح کے سامنے آتے ہیں۔ بعض اوقات کسی سمت سے بظاہر چھکے چھڑا دینے والی خبر کان میں پڑتی ہے اور کبھی ایک معمولی انسان کو قطعاً مایوس کر دینے والی بات واقع ہو جاتی ہے مگر یہ کیسا قلب ہے کہ اسے جنبش تک نہیں ہوتی۔ پیش نظر کتاب کی تصنیف میں۔ پیوستہ شغل کے سر انجام میں کوئی روک اور کوئی تردد رونما نہیں ہوتا۔ پانچ وقت مسجد میں آنے میں کوئی خلل کوئی اضطراب واقع ہو جائے۔ خدام سے حسب معمول خندہ پیشانی سے پیش آنے اور لطف و کرم اور بسط و بے تکلفی سے باتیں کرنے میں کوئی فرق پڑ جائے۔ اندر گھر میں بچوں کے معمولاً سوال پر سوال کرنے دق کرنے اور ستانے سے کوئی چڑچڑاپن کا نشان دکھائے۔ اپنی محترمہ رفیقہ سے کسی وقت ایسی آواز ہی سے بول اٹھے جس سے درشتی اور کرختی کی بو آئے۔ ان باتوں میں سے کبھی بھی کوئی آشکار نہیں ہوتی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جبکہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتا اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اسکی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب نے سن لیا کہ آج وارنٹ ہتکڑی سمیت آویگا میر صاحب جو اس باخبر سے سخت پاشکستہ حضرت کو اسکی خبر کرنے اندر دوڑے گئے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بعد مشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے بر قع اُتارا۔ حضرت اُسوقت نور القرآن لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون در پیش تھا سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے

کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں ہم سمجھ لینگے ہم نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔ پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا۔ مگر ایسا نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالےٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں وہ اپنے خلفائے ماموریں کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا"۔ میں دہلی پٹیالہ لدھیانہ امرتسر لاہور سیالکوٹ کپورتھلہ اور جالندھر کے سفروں میں ساتھ رہا ہوں۔ کیا کیا ناگوار امور ان موقعوں پر پیش آئے اور اس اسداللہ الغالب نے کس بے التفاتی سے انھیں دیکھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں مجھے انہی اداؤں نے اور کہیں کا نہیں رکھا۔

ہر روز قوم ناسپاس کی طرف سے ایک دل کے دکھانے والی بات تحریراً تقریراً واقع ہو جاتی ہے مگر مامور الہی کے قدم میں ذرا لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں عام حالت انسان کی یہی ہے کہ ذرا سے تکدر اور خفیف سی نامرادی کے پیش آنے پر حواس میں خلل آگیا ہے کام چھوٹ گیا ہے کھانے پینے میں فرق آگیا ہاضمہ بگڑ گئی ہے۔ گھر میں بولتے ہیں تو سڑی کی طرح۔ اِسے گھور اُسے مار۔ غرض سب تانا بانا ہی ادھڑ جاتا ہے۔ مرحوم سر سید (جنکی زندگی کے آخری اوراق نے انکے مونہہ سے نقاب کھول کر انکے قلب کے سچے خط وخال دکھا دیئے) کالج کے ایک مالی نقصان کے بعد کیسے گرے کہ کمر ہی ٹوٹ گئی اور ایک کوتاہ نظر بیٹیریلیٹ کی طرح ثابت کر دیا کہ بت تدبیر ہی کی ساری پرستاری تھی جو کچھ تھی۔ جب تقدیر کے حضرت محمود نے اس سومنات کو توڑا تو ساتھ ہی آپ بھی ٹوٹ گئے اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس پاک استقامت نے ان کا ساتھ نہ دیا جو انبیاء وصلحا و ماموریں کا خاصہ غیر منفکہ ہے مسٹر بیک کا قول ہے کہ اس نقصان کے بعد انھوں نے کبھی سید صاحب کو ہنستے اور مضبوط دل اور کشادہ پیشانی نہیں دیکھا۔ مجھے یاد ہے میں بھی اس ایجوکیشنل کانفرنس میں جو علیگڈھ کالج میں منعقد ہوئی تھی موجود تھا۔ جب سید صاحب نے کمال یاس سے قوم کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔

ممکن ہے کہ ایمان باللہ اور صفات الہیہ سے بے بہرہ شخص ان امور کو نہ سمجھے اور مجھے سید صاحب پر بیجا اعتراض کرنے کا ملزم بنائے مگر حقایق الہیہ ایمانیہ سے واقف سمجھ سکتا ہے کہ ساری نبوتوں اور امامتوں اور ولایتوں کی جان اور کامیابیوں کی کلید یہی استقامت ہے اور اسکی جڑ حقیقت میں وہ ایمان و یقین ہے جو ایک راستباز کو خدا کے کلمات اور اس کے وعدوں پر ہوتا ہے یہی وہ استقامت یا ایمان بکلمات اللہ ہے جس نے مکہ کی کالی اور ڈراونی راتوں میں ہمارے سید و مولیٰ سرور اہل بلا کو مشعل کا کام دیا اور بالآخر مدنی زندگی کے روشن اور سفید دن دکھائے اور ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کامیابی کا کامل نمونہ آپ کی پاک ذات کو بنایا۔ یہی وہ استقامت ہے جس نے اس تاریک گھڑی میں جبکہ مدینہ میں اس آفتاب حق وصدق نے اپنا مونہہ چھپا لیا اور بڑے بڑے صحابہ سے لیکر عوام میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور بڑے بڑے دور اندیش دوربین دست و پا گم کر بیٹھے کہ اب کیا کریں اور حضرت شیر خدا مصداق لافتی جسد اطہر کی ملازمت سے ہٹ نہ سکتے اور گھر سے قدم باہر رکھنے کی تاب نہ لاسکتے تھے ہاں ایسی زہرہ گداز گھڑی میں وہ استقامت ہی تھی جس نے اسلام کے آدم ثانی حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کا ساتھ دیا اور آپ نے اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھال لیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں یہی وہ استقامت ہے جو مسیح موعود کے دعوے کو دن بدن زور و قوت اور شوکت میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ کوئی پوشیدہ بات ہے کہ سنہ ۹۱ء میں دعوے اور بینات کی کیا صورت تھی اور آج کیا صورت ہے۔ اس اثناء میں کسقدر آندھیاں آئیں۔ مولویوں شاعروں ناثروں صوفیوں جسمانی زور کی دھمکی دینے والوں نے غرض اپنوں اور بیگانوں نے کیا تھوڑے زور لگائے کہ اس مدعی کو مٹا دیں یا کم سے کم اس کے دعوے کو ہی کمزور اور پست آواز کر دیں مگر پھر یہ بات کیا ہے کہ زور اور تحدی دن بدن ترقی پر ہے۔ اتنے برس ایک بزدل اور مفتری اور کاذب کو مضبوط قدم رکھنے میں ساتھ نہیں دے سکتے۔ مادی چشموں سے پانی پینے والا آخر اکتا جاتا تھک جاتا اور ہار کھا جاتا ہے۔ مگر میرا مسیح میرا آقا ایدہ اللہ تواب سنہ ۹۱ء میں جوان ہوا ہے۔ کفر کے فتوے اعدا کے منصوبے مخالفوں کے موذی مقدمے اور ایں اور آں کی ساری تدبیریں اس کے کھیت کا کھاد بن گئیں۔ وہ جو نادانی سے ہنستے اور ناعاقبت اندیشی سے بغلیں بجاتے تھے کہ اب نبوت بند ہوگئی ذرا صبر کریں وہ دیکھیں گے اور انشاءاللہ جلد دیکھیں گے کہ خدا اپنے مرسل کا کیسا ناصر و مولیٰ ہے اور چاہتا ہے کہ ایک عالم کو یقین دلا دے کہ مرزا غلام احمد لاریب مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے۔

الغرض یہ بڑا بھاری سبق ہے جو ہم اس امام ہمام علیہ السلام کے وجود باجود سے سیکھتے ہیں۔ میں انشاءاللہ بشرط زندگی اس پر ایک مستقل اور مفصل مضمون لکھوں گا کہ میں نے یہاں بیٹھکر کیا سیکھا اور کیا دیکھا ہے۔ میری روح اس تمام مشاہدے سے ایک سرور و وجد کے عالم میں ہے جو میں نے یہاں گذشتہ ہفتہ سال سے ایک خاندانی ممبر کی طرح رہ کر معاینہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں

کہ حضرت کی اندرونی اور معاشرتی زندگی کا نقشہ بیرونیوں کو دکھاؤں شاید کوئی سعید جس کا دل میرے دل سے ملتا جلتا اور میرے جیسے شاہدات سے ذوق لینے کا عادی ہو میری تحریر سے فائدہ اٹھائے۔ میں اپنے تئیں بڑا خوش قسمت اور اسے نجات کا وسیلہ یقین کروں گا اگر یہ مضمون موثر طور پر میری قلم سے نکل گیا۔ اس چٹھی میں محض ایک ذوق نے مجھے اس وادی میں پھرایا۔ اور ایک بات کو اتنا طول دلایا ہے۔

اس ہفتہ میں سب سے عجیب اور دل چسپ بات جو واقع ہوئی اور جس نے ہمارے ایمانوں کو بڑی قوت بخشی وہ ایک چٹھی کا حضرت کے نام آنا تھا۔ اس میں پختہ ثبوت اور تفصیل سے لکھا ہے کہ جلال آباد (علاقہ کابل) کے علاقہ میں یوز آسف نبی کا چبوترہ موجود ہے اور وہاں مشہور ہے کہ دو ہزار سو برس ہوئے کہ یہ نبی شام سے یہاں آیا تھا اور سرکار کابل کی طرف سے کچھ جاگیر بھی اس چبوترہ کے نام ہے۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں۔ اس خط سے حضرت اقدس اسقدر خوش ہوئے کہ فرمایا اللہ تعالے گواہ اور علیم ہے کہ اگر مجھے کوئی کروڑوں روپے لا دیتا تو میں کبھی اتنا خوش نہوتا جیسا اس خط نے مجھے خوشی بخشی ہے۔ برادران! دینی بات پر یہ خوشی کیا یہہ منجانب اللہ ہونے کا نشان نہیں؟ کون ہے آج جو اعلائے کلمۃ اللہ کی باتوں پر ایسی خوشی کرے؟ میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اسوقت حضرت کی خوشی کو دیکھکر اور اندازہ کرکے اپنے دل میں سخت شرمندہ ہوتا تھا کہ میں بھی اگرچہ خوش ہوں اور اور احباب بھی خوشیاں منا رہے ہیں کہ باطل کی شکست کے لئے ایک اور راہ نکل آئی اور اب مسیح علیہ السلام کی رفتار کا پورا نقشہ ملگیا۔ مگر اُس بلند خوشی کے مقابل ہماری ہنسی اور خوشی پھیکی معلوم ہوتی تھی۔ آخر میں بھی ایک مسلمان ہوں اور قرآن کی عزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے قائم ہونے اور خلاف قرآن و رسول کے استیصال کا بھوکا پیاسا ہوں۔ مگر پھر کیوں اتنا خوش نہیں؟ برادران یہی وہ راز ہے جسے وہی سمجھ سکتا ہے جو مامور ان الٰہی کی حقیقت اور منصب کو سمجھ سکتا ہے ہمارے ایمان کی تجدید و تقویت کے لئے ایک نشان یہ ظاہر ہوا۔ کہ ظہر کے وقت اچانک یہ خط آتا ہے اور صبح حضرت اقدس کو یہ رویا ہوتی ہے کہ حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ ہند سلمہا اللہ تعالےٰ گویا حضرت اقدس کے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں۔ حضرت اقدس رویا میں عاجز راقم عبد الکریم کو جو اُسوقت حضور اقدس کے پاس بیٹھا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ملکہ معظمہ کمال شفقت سے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما ہوئی ہیں اور دو روز قیام فرمایا ہے ان کا کوئی شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے۔ اس رویا کی تعبیر یہ تھی کہ حضرت کے ساتھ کوئی نصرت الٰہی شامل ہونی چاہتی ہے اس لئے کہ حضرت ملکہ معظمہ کا اسم مبارک وکٹوریہ ہی جس کے معنے ہیں مظفرہ منصورہ اور نیز چونکہ اسوقت حضرت ملکہ معظمہ کل روئے زمین کے سلاطین میں سب سے زیادہ کامیاب اور خوش نصیب ہیں اسلئے آپ کا مہربانی کے لباس میں آپ کے مکان میں تشریف لانا بڑی برکت و کامیابی کا نشان ہے۔ خدا کا علم و قدرت دیکھیے ظہر کے وقت اس رویا کی صحیح تاویل پوری ہوگئی اللہ اللہ اس سے زیادہ نصرت کیا ہے کہ ایسے سامان مل رہے ہیں کہ جن سے دنیا کے کل نصاریٰ پر خدا کی روشن حجت پوری ہوتی ہے اور دور نہیں جبکہ عیاں ہو جائیگا کہ خدا کی سچی کتاب وہی ہے جس نے تیرہ سو برس ہوئے کس قوت سے دعویٰ کیا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم۔ اب خدا دکھانا چاہتا ہے کہ وہ خدا کا برگزیدہ صلیبی موت سے بچکر کہیں اوپر کو نہیں اڑا بلکہ اس نے رفتار کے لئے ایک راہ اختیار کی جس کے جستہ جستہ نقش پا کہیں کہیں پائے جاتے ہیں اور منجملہ ان کے وہی چبوترہ ہے اور آخر کار اس رفتار نے سرزمین پاک کشمیر میں اپنا دورہ ختم کیا اور مرفوع و مطہر ہوکر اُسی خطہ پاک میں سو گئے۔ یہ باتیں جب مجموعی طور پر اور مدلل کتاب میں نکلیں گی پھر ان کی دھاک پڑیگی اور بہت سے مونہہ اس سوال سے بند ہو جائیں گے کہ مسیح موعود نے آکر کیا کام کیا۔

فرمایا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ان کا فرضی مسیح اور کام کیا کرتا یا کرے گا؟ اسکی اوقات زندگی کی یہی تقسیم بتاتے ہیں کہ دن کا ایک حصہ تو لکڑی یا لوہے یا پیتل یا سونے چاندی کی صلیبوں کے توڑنے میں بسر کریگا اور ایک حصہ سوروں کے قتل کرنے میں صرف کریگا۔ بس یہی کہ کچھ اور بھی؟ فرمایا۔ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ وہ بات کیا ہو جس سے اتنے کروڑ نصاریٰ پر حجت حق پوری ہو کیونکہ اگر نری تلوار ہو تو وہ تو احقاق حق کے لئے کبھی آلہ بن نہیں سکتی۔ کیا ایمان کبھی درشتی سے دلوں میں اتر سکتا اور حجۃ اللہ اکراہ سے کسی کے دل کو فریفتہ کرسکتی ہے؟ وہ تو اور بھی الزام کا موجب ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں بجز لٹھم لٹھا ہونے کے دلیل کوئی نہیں۔ فرمایا۔ آگے تھوڑا اور ناحق کا الزام لگاتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا؟ اور اب یوں اسے سچا کر دینا چاہتے ہیں اور معمولی کرامات و معجزات سے بھی یورپ و دیگر نصاریٰ پر اثر نہیں پڑ سکتا اس لئے کہ ان میں لکھا ہے کہ بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو نشان دکھائیں گے۔ پھر اب کیا ہے بجز اس کے کہ کوئی ایسی حجت ظاہر ہو جس کے آگے گردنیں خم ہو جائیں اور وہ وہی راہ ہے جو خدا میرے ہاتھ سے پوری کرے گا۔

اور اس ہفتہ میں لاہوری ملہم صاحب کا خط آیا جس میں انھوں نے حضرت اقدس اور آپ کے سلسلہ کے خلاف ایک دو پیشگوئیاں کی تھیں۔ اس کے متعلق میں زیادہ نہیں لکھتا عنقریب خود غیرت اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر ایک مستقل رسالہ لکھیں گے بشرطیکہ انھوں نے اپنا موعودہ رسالہ شایع کر دیا مگر اسپر اسوقت چند باتیں فرمائیں وہ لکھتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ ان لوگوں کی ہمدردی کے لئے کسقدر میرے دل میں تڑپ اور جوش ہے۔ اور میں حیران ہوں کہ کس طرح ان لوگوں کو سمجھاؤں۔ یہ لوگ کسی طرح بھی مقابلہ میں نہیں آتے۔ تین ہی راہیں ہیں۔ یا گزشتہ کے نشانوں سے میرے اپنے نشانوں کا مقابلہ کرلیں یا آیندہ نشانوں میں

مقابلہ کرلیں۔ یا اگر نہیں تو یہی دعا کریں کہ جس کا وجود نافع الناس ہے وہ بموجب وعدۂ الٰہی

(فاما ماینفع الناس فیمکث فی الارض)

درازی زندگی پائے۔ پھر عیاں ہو جائے گا کہ خدا کی نگاہ میں کون مقبول و منظور ہے۔ فرمایا۔ افسوس یہ لوگ چھوٹے چھوٹے معمولی الہامی ٹکڑوں اور خوابوں پر اترائے بیٹھے ہیں اور سمجھ نہیں سکتے کہ کسی الہام کے خدا کی طرف سے ہونے اور دخل شیطان سے پاک ہونے کا معیار کیا ہے معیار یہی ہے کہ اس کے ساتھ نصرت الٰہی ہو اور اقتداری علم غیب اور قاہر پیشگوئی اس کے ساتھ ہو۔ ورنہ وہ فضول باتیں ہیں جو نافع الناس نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا اگر کوئی شخص کسی جلسہ کے وقت در بیٹھا ہوا کسی عظیم الشان بادشاہ کی باتیں سن لے اور آکر کہے کہ میں نے فلاں بادشاہ کی باتیں سنی ہیں تو اس سے اسے اور دوسروں کو کیا حاصل۔ تقرب سلطانی کے بعد کی باتوں کے نشان اور ہی ہوا کرتے ہیں جنھیں دیکھکر ایک عالم پکار اٹھتا ہے کہ فلاں درحقیقت بادشاہ کا مہبط کلام و سلام ہے۔ فرمایا اگر میرے الہامات بھی ویسے ہی معمولی اور فضول ٹکڑے ہوتے اور ہر ایک میں علم غیب اور اقتداری پیشگوئیاں نہ ہوتیں تو میں انھیں محض ہیچ سمجھتا۔ فرمایا بھلا کوئی لیکھرام والی پیشگوئی کے برابر کرتی ایک ہی الہام بتاوے۔ فرمایا۔ میرے الہاموں سے قوم کا فائدہ اور اسلام کا فائدہ ہوتا ہے اور یہی معیار بڑا بھاری معیار ہے جو ان کے منجانب اللہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ فرمایا۔ میرے ساتھ خدا کے معاملات اور تصرفات اور اس کے نشان میری تائید میں عجیب ہیں۔ کچھ تو میری ذات کے متعلق ہیں۔ کچھ میری اولاد کے متعلق ہیں اور کچھ میرے اہل بیت کے متعلق ہیں اور کچھ میرے دوستوں کے متعلق ہیں اور کچھ مخالفوں کے متعلق ہیں اور کچھ عامۃ الناس کے متعلق ہیں۔ الحمد للہ اس انسان کامل کا سراپا اور اس کے در و دیوار سب الٰہی نشان ہی ہیں۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ مولوی نورالدین صاحب کو ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ ہوا لگاتار دانت کا سخت درد رہا اور سوائے اکھڑوانے کے کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ فرمایا مجھے بھی ایک دفعہ خطرناک درد ہوا یہانتک کہ مارے درد کے غشی ہو گئی اسمیں

الہام ہوا **واذا مرضت فھو یشفین**۔ جب اٹھا تو درد جاتا رہا۔ لاہور ہی ملہم کے مکرم دوستوں میں سے ایک حافظ صاحب کا پیغام پہونچا کہ وہ گزشتہ نشانوں کو بے پروائی سے دیکھتے ہیں اور انکا حوالہ سننا نہیں چاہتے فرمایا افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کی کوئی بات بھی ناقدردانی کے قابل نہیں ہوتی۔ ایک قوم کو کیا پہلے بھی خدا تعالے نے یہ نہیں کہا اولم **یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم** کیا یہ گزشتہ نشان کا حوالہ نہیں۔ فرمایا۔ اب ایسا وقت ہے کہ ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ بہت دفعہ ملاقات کیا کریں تو کہ نئے نئے نشانوں کے دیکھنے سے جو روز بروز نازل ہوتے ہیں انکے ایمان و تقوی میں ترقی ہو۔

۶- جولائی کی رات کو خدا تعالے نے بہشت و دوزخ کا نظارہ آپکو دکھایا اول بہشت دکھائی گئی اور اس کے ہر قسم کے ثمرات و نعماء دکھائی گئیں۔ اتنے میں الہام ہوا **یاتیک من کل فج عمیق**۔ پھر دوزخ دکھایا گیا وہ سخت مکروہ اور پاخانہ کی شکل تھا اتنے میں الہاماً زبان پر جاری ہوا **لولا فضل اللہ و رحمتہ علی لالقی راسی فی ھذا الکنیف**۔ یعنے اگر خدا کا فضل و رحمت مجھپر نہ ہوتی تو میرا سر اس پاخانہ میں ڈالا جاتا۔ یہ ایک انعام الٰہی کی طرز ہے کہ خدا نے آپ کو ایسے مکان کے لئے بنایا ہی نہیں۔ اس سے پیشتر مدت ہوئی حضرت کچھ لوگوں کو اس تاریک غار میں دیکھ چکے تھے

برادران! یہ رویا اور الہام بتلاتے ہیں کہ متبعان مسیح موعود انشاء اللہ اس مکروہ جگہ سے بفضل خدا بچائے جائیں گے۔ مگر معاً میں کہتا ہوں کہ اتباع مسیح بہت نازک امر ہے مجھے یہاں رہنے سے اپنے ایمان و عمل کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہوئی ہے۔ مجھپر کھل گیا ہے کہ مولوی بننا اور کہلانا بہت آسان۔ سجادہ نشین پیر بننا اور کہلانا اور اور کیا کیا بننا بڑا آسان ہے مگر حقا کہ مسیح موعود کا اتباع بڑا ہی مشکل ہے۔ میرے

ایک معزز دوست منشی محمد اروڑا صاحب کپورتھلوی نے جالندھر میں حضور اقدس سے پوچھا ایمان کیا ہے۔ فرمایا۔ ایمان دو قسم ہے ایک موٹا اور ایک باریک۔ موٹا یہی ہے ظاہری آداب شریعت کی اتباع اور رسمی مسلمان بنجانا۔ اور باریک ہی میرے پیچھے ہو لینا۔ اگر میں اسکی شرح کر دوں تو چھٹی ایک رسالہ بنجاتی ہے۔ درحقیقت ہماری بیعت کا یہ فقرہ کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا کیا کم دل ہلا دینے والا فقرہ ہے۔ پھر فرمایا میں دنیا میں اس لئے آیا ہوں کہ تا لوگوں میں قوت یقین پیدا ہو جائے۔

برادران! اگر عمل نہیں تو پھر نصرانیوں کا کفارہ حق ہے۔ اور اگر تم یونہی میرا مسیح میرا مسیح کرتے پھرو اور لوگوں سے تکرار اور لڑائی کرتے رہو اور اپنے نفسوں کو مغالطہ دو کہ تم اس سلسلہ کے لئے بڑی غیرتمند اور اسکے ناصر ہو اور تمہارے اعمال میں حقیقی ایمان کی خوشبو نہیں تو تم نے برنگ دیگر اس تثلیث و کفارہ کے برہمزن مسیح موعود پر ایمان لاکر اپنی بدچلنی سے کفارہ کے صریح جھوٹے مسئلہ کو پھر رواج دیا۔ مگر تم یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سب سے سچی اور صادق ہمیں کتاب فرقان مجید اور قرآن حمید میں بارہا **ان الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت** اس لئے آیا ہے کہ ایک پہلی قوم اعمال صالحہ کی طرف التفات نکرنے اور اسے حقیقۃً جزو ایمان نہ ٹھہرانے کے سبب سے ضلال کے خوفناک گڑھے میں اوندھے گر گئے۔ پس مسیح موعود کا اتباع کیا ہے اسکی مانند کتاب اللہ کی خدمت کیلئے ہمیشہ چست رہنا ہادی کامل سید الاصفیا محمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابراء ساحت کے لئے کالی سیاہ آرہی کا اپنے اوپر وارد کرنا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان خشک دنوں میں جبکہ میں حقایق الامور سے قطعاً ناواقف تھا اور بیعت شدہ تو تھا مگر نہ بیعت کی حقیقت معلوم تھی اور نہ اپنے آقا کے ساتھ کوئی دلیں گدگدی کرنیوالی محبت تھی یونہی رسمی طور پر آتا جاتا تھا اچانک اور پہلی ہی دفعہ جس چیز نے مجھے اسیر کر ہی لیا وہ حضرت اقدس کی ایک تقریر تھی جو قرآن کریم کی محبت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے متعلق آپ نے فرمائی چونکہ میں اپنے ہمدرد عشق قرآن اور حامل قرآن کریم کی ایک مخفی چنگاری پاتا تھا اپنے سے زیادہ عاشق خدا اور رسول کا فریفتہ ہو گیا اور پیچھے تو کھلا جو کھلا۔ اب میں ایک عرصہ کے لئے بھائیوں

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے درس قرآن مجید میں سے

ذبح کرنا رحم ہے

قربانی کے متعلق جانوروں کے ذبح کرنے پر ایک شخص نے سوال کیا کہ ذبح کرنا رحم نہیں ہے۔ اسپر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا سنو!!!

اول۔ خدا تعالے کو ماننے والی کل قومیں خواہ وہ کوئی ہوں اس بات کی ہرگز قائل نہیں کہ خدا ظالم ہے۔ بلکہ خدا کو رحمٰن رحیم دیالو کرپالو مانتی ہیں۔ پس خدا تو ظالم نہیں اور بیشک وہ ظالم نہیں۔ اب خدا تعالے کا فعل دیکھو کہ ہوا میں باز شکرے گدھ چرخ وغیرہ شکاری جانور موجود ہیں اور وہ غریب پرندوں کا گوشت ہی کھاتے ہیں۔ گھاس اور عمدہ سے عمدہ میوے اور اسی قسم کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ پھر دیکھو کہ آگ میں پروانہ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ پھر پانی کی طرف خیال کرو کہ اس میں کسقدر خونخوار جانور موجود ہیں۔ گھڑیال اور بڑی بڑی مچھلیاں اود بلاؤ وغیرہ چھوٹے چھوٹے آبی جانداروں کو کھاجاتے ہیں بلکہ بعض مچھلیاں قطب شمالی سے قطب جنوبی تک شکار کے لئے جاتی ہیں۔ پھر ایک اور قدرتی نظارہ سطح زمین پر دیکھو کہ چیونٹی خور جانور کیسے زبان نکالے پڑا رہتا ہے۔ جب بہت سی چیونٹیاں اس کی زبان کی شیرینی کی وجہ سے اسکی زبان پر چڑھ جاتی ہیں تو جھٹ زبان کھینچکر سب کو نگل جاتا ہے۔ مکڑی مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ مگس خور جانور اپنی غذا ان جانداروں کو ہی مارکر بہم پہونچاتے ہیں۔ بندروں کو چیتا مارکر کھاتا ہے۔ جنگل میں شیر بھیڑیے تیندوے کی غذا جو مقرر ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ اب بتلاؤ کہ اس نظارہ عالم کو دیکھکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانون ذبح کا جو عام طور پر جاری ہے یہ کسی ظلم کی بناء پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر انسان پر جیون کے ذبح کرنے کے ظلم کا الزام کیا مطلب رکھتا ہے

دوم۔ انسان کے جوئیں پڑجاتی ہیں یا کیڑے پڑجاتے ہیں کو کیسے بے باکی سے انکی ہلاکت کی کوشش کیجاتی ہے کیا اس کا نام ظلم رکھا جاتا ہے؟ جب اسے ظلم نہیں کہتے صرف اس لئے کہ اشرف کے لئے اخس کا قتل جائز ہے تو ذبح پر اعتراض کیوں؟

سوم۔ قانون الٰہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر چیز بے انت بڑھنا چاہتی ہے۔ اگر ہرایک بڑ کے بیج حفاظت سے رکھے جائیں تو دنیا میں بڑ ہی بڑ ہوں اور دوسری کوئی چیز نہ ہو۔ مگر دیکھو ہزاروں ہزار جانور اسکا پھل کھاتے ہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ اس بڑھنے کو روکنا منشاء الٰہی ہے۔ اگر ساری گایوں کی پرورش کریں تو ایک وقت میں کیا دنیا کی ساری زمین بھی ان کے چارے کے لئے مکتفی ہوگی؟ آخر بھوک پیاس سے خود ان کو مرنا پڑے گا۔ جب کہ یہ نظارۂ قدرت موجود ہے تو ذبح خلاف منشاء الٰہی کے کیوں ہے؟

چہارم۔ اگر کسی چیز کو ذبح نہ کریں تو پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ کبھی نہ مرے گی؟ جب آخر مرے گی تو سکھ کی موت ذبح ہوسکتی ہے یا یہ کہ بھوکا پیاسا رہ کر یا بیماری وغیرہ کے بہت سے شدائد اور تکالیف اٹھا کر مرے۔ ماننا پڑیگا کہ سکھ کی موت ذبح ہی ہے۔

پھر کوئی کہے کہ ذبح انسان بھی جائز ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ذبح انسان کے لئے بھی عمدہ تو ہے اور یہی وجہ ہے کہ شہادت کو سب نے متفق اللفظ ہوکر اعلیٰ مانا ہے۔ مگر انسان کے ذبح نہ کرنے پر اور بہت سے قوی دلائل ہیں انسان کے ساتھ اوروں کے حقوق ہیں کسی کی پرورش ہے تو کسی کا کچھ۔ اگر ایسا حکم دیدیں تو مشکلات کا ایک بڑا سلسلہ پیدا ہوجاتا ہے اس لئے قتل انسان مستلزم السزا کو عرفی اور شرعی قانون میں سخت گناہ کہا گیا ہے۔

اب ان دلائل کو کوئی پڑھکر بتلاوے کہ کیا ذبح کرنا رحم ہے یا ظلم؟ ماننا پڑے گا کہ ذبح سے بڑھکر رحم نہیں ہے۔

۲۳۔ جون ۱۸۹۹ء کی شب کو قریب مغرب چاندگرہن شروع ہوا تھوڑی دیر میں سارا چاند گہنا گیا۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے اس موقع پر خسوف کی نماز پڑھائی۔ اور تاوقتیکہ چاند بالکل روشن نہ ہوگیا مسنون طریق کے موافق کھانا نہ کھایا گیا۔ بلکہ عشاء کی نماز پڑھ چکنے کے بعد جب چاند بالکل صاف ہوگیا کھانا کھایا۔ گویا تمام وقت نماز اور ذکر الٰہی میں صرف ہوا۔ الحمدللہ۔

خدا کا فضل ہے کہ اخبار الحکم کا پانچواں نمبر اسی تقطیع اور اسی صورت میں شایع ہوتا ہے۔ ابھی تک ٹھیک وقت پر اشاعت پذیر ہونے کا انتظام نہیں ہوسکا جس کے لئے ہم خدا تعالے کی مدد سے کوشش کر رہے ہیں۔ ہم کو خدا کے فضل سے امید ہے کہ وہ اُن نقایص کے دور کرنے میں ہماری مدد کرے گا جو ابھی تک موجود ہیں۔ اس لئے ہم ناظرین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی صبر سے کام لیں اور ہرایک قسم کی امداد میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی چند باتیں۔

۲۳۔ جون ۱۸۹۹ء بعد جمعہ

خوف الٰہی

دنیا میں عام قاعدہ ہے کہ انسان جس سے ڈرتا ہے تو وہ اسکو اور بھی حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے اللہ تعالے سے جسقدر ڈرتا ہے اسیقدر وہ خدا کے حضور مقرب اور عزیز ہوتا جاتا ہے پھر چونکہ جزا بالمثل کا قانون ایک قانون الٰہی ہے اس لئے جسقدر انسان خدا سے ڈرتا ہے اسیقدر رعب اور ڈر اسکا اللہ تعالے اسکے دشمنوں

کے دل میں ڈالدیتا ہے - پس خدا سے ڈرنا چاہیے نہ لوگوں سے جو دنیا کے کیڑے اور جیفہ دنیا پر گرے پڑتے ہیں -

لاہور میں تقریر کرتے وقت میرے دل میں خشیت الہی کے متعلق یہ بات پیدا ہوئی کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان جن چیزوں سے ڈرتا ہے ان سے دور بھاگتا اور نفرت کرتا ہے - مثلاً شیر چیتے - سانپ وغیرہ سے انسان ڈرتا ہے اور اسی قدر ان سے نفرت کرتا اور دور بھاگتا ہے لیکن خدا سے جسقدر ڈرتا ہے اسی قدر اس کی روح میں اسکے حضور تقرب کی پیاس بڑھتی جاتی ہے اور قریب ہوتا جاتا ہے اور خدا سے پیار کرنے لگتا ہے -

تقوی بکار ہے نہ دھڑہ بندی

خدا کے برگزیدہ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اگر صرف ایک جماعت یا فریق کا آدمی کہلانا مقصود ہو تو یہ بالکل فضول اور لغو ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ایسے لوگ ہیں کہ جب دو پہلوان کشتی لڑتے ہیں تو حالانکہ انکے کشتی لڑنے سے دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا مگر نادان کسی ایک طرف ہو جاتے ہیں - یہانتک کہ اس دھڑہ بندی میں لڑائی تک نوبت پہونچ جاتی ہے - پس اگر ہم نے بھی **مرزا صاحب** کے ساتھ تعلق پیدا کر کے کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں کی تو بتلاؤ اس سے بڑھکر کیا خصوصیت ہوئی - آخر ایک طرف تو ہم نے ہونا ہی تھا - پس یاد رکھو جب دنیا کے لعن طعن کو لیا ہے تو اتنا تو کرو کہ پاک نمونے بنکر دکھاؤ - تقوےٰ اختیار کرو اور دکھا دو کہ تمہاری غرض ایک مامور من اللہ کا ساتھ دینے سے کیا تھی -

مضمون حضرت اقدس جناب مسیح موعود مندرجہ اخبار عام مطبوعہ ۱۰ مئی سنہ ۱۸۸۵ء

آج ایک سوال از طرف رام چرن نامی جو آریہ سماج اکبرآباد کے ممبروں سے ہے میری نظر سے گذرا - سو اگرچہ لغو اور بے حقیقت سوالات کی طرف متوجہ ہونا ناحق اپنے وقت کو ضایع کرنا ہے لیکن ایک دوست کے الحاح و اصرار سے لکھتا ہوں -

سوال یہ ہے کہ خدا نے شیطان کو پیدا کر کے کیوں آپ ہی لوگوں کو گناہ اور گمراہی میں ڈالا - کیا اس کا یہ ارادہ تھا کہ لوگ ہمیشہ بدی میں مبتلا رہکر کبھی نجات نہ پاویں -

ایسا سوال ان لوگوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے جنھوں نے کبھی غور اور فکر سے دینی معارف میں نظر نہیں کی یا جنکی نگاہیں خود ایسی پست ہیں کہ بجز بیجا نکتہ چینیوں کے اور کوئی حقیقت شناسی کی بات اور محققانہ صداقت انکو نہیں سوجھتی - اب واضح ہو کہ سائل کے اس سوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصول اسلام سے بکلی بیگانہ اور معارف ربانی سے سراسر اجنبی ہے - کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ شریعت اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ گویا شیطان صرف لوگوں کے بہکانے اور ورغلانے کے لئے خدا تعالے نے پیدا کیا ہے اور اسی اپنے وسوسہ کو پختہ سمجھکر تعلیم قرآنی پر اعتراض کرتا ہے - حالانکہ تعلیم قرآنی کا ہرگز یہ منشاد نہیں ہے اور نہ یہ بات کسی آیت کلام الہی سے نکلتی ہے بلکہ عقیدہ حقہ اہل اسلام جسکو حضرت خداوند کریم جلشانہ نے خود اپنی کلام پاک میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ خدا تعالے نے انسان کے لئے دونوں اسباب نیکی اور بدی کے مہیا کر کے اور ایک وجہ کا اسکو اختیار دیکر قدرتی طور پر دو قسم کے محرک اس کے لئے مقرر کئے ہیں - ایک داعی خیر یعنے ملائکہ جو نیکی کی رغبت دل میں ڈالتا ہے - دوسرے داعی شر یعنے شیطان جو بدی کی رغبت دل میں ڈالتا ہے لیکن خدا نے داعی خیر کو غلبہ دیا ہے کہ اسکی تائید میں عقل عطا کی اور اپنا کلام نازل کیا اور خوارق اور نشان ظاہر کئے - اور ارتکاب جرائم پر سخت سخت سزائیں مقرر کیں - سو خدا تعالے نے انسان کو ہدایت پانے کے لئے کئی قسم کی روشنی عطا کی اور خود اسکے دلی انصاف کو ہدایت کے قبول کرنے کے لئے مستعد پیدا کیا - اور داعی شر بدی کی طرف رغبت دینے والا ہے تا انسان اس کے رغبت دینے سے احتراز کر کے اس ثواب کو حاصل کرے جو بجز اس قسم کے امتحان کے حاصل نہیں کر سکتا تھا -

اور ثبوت اس بات کا کہ ایسے دو داعی یعنے داعی خیر و داعی شر انسان کے لئے پائے جاتے ہیں بہت صاف اور روشن ہے - کیونکہ خود انسان بدیہی طور پر اپنے نفس میں احساس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دو قسم کے جذبات سے متاثر ہوتا رہتا ہے کبھی اس کے لئے ایسی حالت صاف اور نورانی میسر آجاتی ہے کہ نیک خیالات اور نیک ارادے اس کے دل میں اٹھتے ہیں اور کبھی اس کی حالت ایسی پر ظلمت اور مکدر ہوتی ہے کہ طبیعت اس کی بد خیالات کی طرف رجوع کرتی ہے اور بدی کی طرف اپنے دل میں رغبت پاتا ہے - سو یہی دونوں داعی ہیں جن کو ملائک اور شیطان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حکمائے فلسفہ نے انہی دونوں داعی خیر اور داعی شر کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے یعنے انکے گمان میں خود انسان ہی کے وجود میں دو قسم

ی قوتیں ہیں ایک قوت ملکی جو داعی خیر ہے اور دوسری قوت شیطانی جو داعی شر ہے - قوت ملکی نیکی کی طرف رغبت دیتی ہے اور چپکے سے انسان کے دل میں خود بخود پڑ جاتا ہے کہ میں نیک کام کروں جس سے میرا خدا راضی ہو - اور قوت شیطانی بدی کی طرف محرک ہوتی ہے غرض اسلامی عقائد اور دنیا کے کل فلاسفہ کے اعتقاد میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ اہل اسلام دونوں محرکوں کو خارجی طور پر دو وجود قرار دیتے ہیں اور فلسفی لوگ ان ہی دونوں وجودوں کو دو قسم کی قوتیں سمجھتے ہیں جو خود انسان ہی کے نفس میں موجود ہیں لیکن اس اصل بات میں کہ فی الحقیقت انسان کے لئے دو محرک پائے جاتے ہیں خواہ وہ محرک خارجی طور پر کچھ وجود رکھتے ہوں یا قوتوں کے نام سے انکو موسوم کیا جائے - یہ ایک ایسا اجماعی اعتقاد ہے جو تمام گروہ فلاسفہ اسپر اتفاق رکھتے ہیں- اور آجتک کسی عقلمند نے اس اجماعی اعتقاد سے انحراف اور انکار نہیں کیا وجہ یہ کہ یہ بدیہی صداقتوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کی بدیہی صداقت ہے جو اس شخص پر بکمال صفائی کھل سکتی ہے کہ جو اپنے نفس پر ایک منٹ کے لئے اپنی توجہ اور غور کرے اور دیکھے کہ کیونکر نفس اس کا مختلف جذبات میں مبتلا ہوتا رہتا ہے اور کیونکر ایک دم میں کبھی زاہدانہ خیالات اس کے دل میں بھر جاتے ہیں اور کبھی رندانہ وساوس اسکو پکڑ لیتے ہیں -

سو یہ ایک ایسی روشنی اور کھلی صداقت ہے جو ذوالمعقول اس سے منکر نہیں ہو سکتے - ہاں جو لوگ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور کبھی انھوں نے اپنے نفس کے حالات کی طرف توجہ نہیں کی ان کے دلوں میں اگر ایسے ایسے پوچ وساوس اٹھیں تو کچھ بعید نہیں ہے - کیونکہ وہ لوگ باعث نہایت درجہ کی غفلت اور کور باطنی کے قانون قدرت الہی سے بکلی بیخبر اور انسانی خواص اور کیفیات سے سراسر ناواقف ہیں اور ان کے اس جہل مرکب کا یہی علاج ہے کہ وہ ہمارے اس بیان کو غور سے پڑھیں تا کہ انکو کچھ ندامت حاصل ہو کہ کسقدر تعصب نے انکو مجبور کر رکھا ہے کہ باوجود انسان کہلانے کے جو انسانیت کی عقل ہے اس سے بالکل خالی اور تہید ست ہیں اور ایسے اعلیٰ درجہ کی صداقتوں سے انکار کر رہے ہیں جنکو ایک دس برس کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے - پھر بھی سائل اپنے سوال کے اخیر میں یہ شبہ پیش کرتا ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو تسلی دی تھی کہ شیطان تجھکو بہکا نہیں سکے گا- لیکن اسی قرآن میں لکھا ہے کہ شیطان نے آدم کو بہکایا -

یہ وسوسہ قلبی بھی سراسر قلت فہم اور کور باطنی کی وجہ سے سائل کے دل میں پیدا ہوا - کیونکہ قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ شیطان آدم کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا قصد نہیں کریگا یا آدم اس کے بہکانے میں کبھی نہیں آئے گا ہاں قرآن شریف میں ایسی آیتیں کثرت پائی جاتی ہیں کہ خدا تعالے کے نیک بندے شیطان کے بہکانے سے ایسے وبال میں نہیں پڑتے جس سے انکا انجام بد ہو بلکہ حضرت خداوند کریم جل شانہ جلد تر انکا تدارک فرماتا ہے اور اپنے ظل حفاظت میں لے لیتا ہے سو ایسا ہی آدم کے حق میں اس نے کہا کہ آدم صفی اللہ خلیفۃ اللہ ہے اس انجام ہرگز بد نہوگا اور خدا کے محبوب بندوں میں رہے گا چنانچہ یہ امر ایسا ہی ظہور میں آیا اور خدا نے اخیر میں بھی آدم کو ایسا ہی چن لیا جیسا کہ پہلے برگزیدہ تھا - غرض یہ اعتراض معترض بھی سراسر تعصب اور جہالت پر مبنی ہے نہ انصاف اور عقلمندی پر والسلام علی من اتبع الہدیٰ - فقط

بیش قیمت خیالات

خود شناسی

اپنے دل کا امتحان کرو - اور اس کی صداقت کو خوب طرح تولو - ہر روز اپنی زندگی کا حساب کرو اور کمال غور سے دیکھو کہ تم نے کس قدر ترقی کی ہے یا تنزل تمھاری طبیعت و اطوار اخلاق اور خواہش میں کس قدر تغیر ہوا ہے کس قدر مغایرت یا موافقت خدا تعالےٰ سے حاصل کی ہے اور اس سے کسقدر قربت یا دوری ہے سب سے بڑھکر اپنی حالت کا مطالعہ ہے پس جو شخص اپنی حالت سے خوب محرم ہے اس نے گویا وہ علم تحصیل کیا ہے جو دیگر علوم سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے -

انصاف

کل ذی حیات مخلوق کے ساتھ انصاف کے ساتھ پیش آنا لازم ہے - انصاف کا بڑا اصول یہہ ہے کہ اپنی نسبت دوسرے کیطرف سے جن خیالات جن اقوال اور جن افعال کی آرزو رکھتے ہو - دوسرے کے لئے بھی اپنی طرف سے اُن ہی کو جایز قرار دو -

آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

ذاتی ایثار

جہاں کہیں اپنی تکلیف سے دوسرے کی بھلائی ہوتی ہو وہاں پر ہمیشہ اپنی تکلیف کو بھول جاؤ اور مسرت کے ساتھہ اس کے برداشت کرنے کی عادت اختیار کرو -

کشادہ دلی

خیال میں کشادہ دلی کا اسوقت اظہار ہوتا ہے جب کہ انسان دوسرے کی کمزوریوں کو نظر عفو سے دیکھ سکتا ہو - گفتگو میں کشادہ دلی وہاں نمایاں ہوتی ہے جہاں انسان بلا ضرورت دوسرے کی کمزوری کے بیان کرنے میں پرہیز رکھتا ہو - کاموں میں کشادہ دلی اس طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ جب اور جس وقت اور جس انسان کے ساتھ جب کبھی کوئی موقع ہاتھ آئے تبھی اس کے ساتھ تنگ دلی سے نفرت کرکے کشادہ دلی سے برتاؤ کیا جاوے -

اُلٹی سمجھ

دنیا کے لوگوں کا عجیب دستور ہے کہ اگر وہ اپنی قوم میں سے کسی شخص کو دیکھیں کہ وہ بے محاورہ الفاظ میں گفتگو کرتا ہے یا صحیح تلفظ نہیں کرتا یا صرف و نحو کے قواعد کے موافق نہیں بولتا ہے تو فوراً اسپر نکتہ چینی کرتے ہیں اور اسکی طرف حقارت سے دیکھتے ہیں - لیکن اگر انہیں سے کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے - فریب دیتا ہے - اخلاقی اصولوں کو توڑتا ہے اس سے ذرہ بھی نفرت نہیں کرتے اور نہ رنجیدہ ہوکر اسپر نکتہ چینی کرتے ہیں - العجب ثم العجب -

دعا

دعا اس خاص کوشش اور حالت کا نام ہے جو انسان پر اپنے خالق کی ہستی کے خیالات میں طاری ہوتی ہے اس قرب خاص میں تعجب ہے جو اسے لذات محسوسات کی باتیں یاد رہیں ایک عالی جناب شاہنشاہ کے حضور میں پہونچکر اس سے ٹھیکریاں مانگنے کی درخواست کی مانند ہے - دعا کی قبولیت کا وقت انسان پر لذات محسوسات اور اپنی ہستی کے بھولنے کی حالت ہوتی ہے مگر جس دعا میں جسمانی خواہشوں کے ساماں مانگے جائیں وہ دعا نہیں -

عبادت

عبادت دل میں فضل الہی کے قبول کرنے کی وسعت دینے کا نام ہے یا اپنی ہستی میں مبدء فیض کے عشق کی جھلک پڑنے کی استعداد پیدا کرنے کا نام ہے - بغیر عشق الہی کی روشنی کے آدمی ٹھیکرے کی طرح تاریک جرم ہوتا ہے اور آفتاب رحمت کی دھوپ سے اس میں چمک اٹھنے کا جوہر نہیں ہوتا عبادت میں چار جزو ہیں -

اول - رحمت الہی کی تعریف -

دوم - خدا سے نزول رحمت کے لئے سوال کرنا -

سوم - اپنی عاجزی اور گناہوں کا اقرار اور اس سے شرمندگی کا اظہار -

چہارم - مغفرت کی درخواست -

خوشخبری

مجموعہ اشتہارات

ہم تمام احباب کی ایک آرزو کو پورا کرنے پر آمادہ اور طیار ہوگئے ہیں یعنے حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کل اشتہارات ابتدا سے آجتک جسقدر متفرق طور طور پر وقتاً فوقتاً حسب موقع شایع ہوتے رہے ہیں ہم نے اُن سب کو ایک جگہ جمع کرکے کتاب کی صورت میں ۲۲ × ۲۶ کی تقطیع یعنے اُس معمولی تقطیع پر جسپر حضرت اقدس کی کتابیں چھپتی ہیں چھاپنے کا بندوبست کرلیا ہے - اکثر احباب اس مجموعہ سے محروم تھے بلکہ بعض نے تو صرف چند ہی نئے اشتہارات جو دو تین چار سال کے ہیں پڑھے ہونگے اور جن کے پاس کچھ تھے تو وہ بھی پورے نہیں - اب ہم نے بہت کوشش سے ان اشتہارات کو جمع کر لیا ہے اور بہت بڑا حصہ اس مجموعہ کا تو ہمیں حضرت اقدس کے کتب خانہ سے ہی ملگیا ہے اور چند اشتہار جو ہمارے پاس نہتے وہ ہم کو بعض دوستوں نے مرحمت فرما دیئے - ہم انکی اس عنایت کے مشکور ہیں اس کے صلہ میں ایک ایک نسخہ اس مجموعہ کا مفت بعد طبع ہم انکو دیں گے -

یہ مجموعہ غالباً ۴۰۰ صفحہ کے قریب ہوگا اور عمدہ چھپائی اور خوشخطی کا خاص انتظام کیا گیا ہے - اس لیئے اسکی قیمت کچھ زیادہ رکھنی پڑیگی کیونکہ خرچ بہت بڑھ جائیگا - لیکن جو صاحب طبع ہونیسے پہلے پہلے درخواست بھیج دیں گے انکے لئے قیمت میں بہت رعایت کیجاوے گی لیکن بعد طبع پھر پوری قیمت لیجائے گی اس لئے ہم درخواستہائے خریداری کے منتظر ہیں - لیکن انتظام چھپائی ہم نے ابھی سے شروع کر دیا ہے - درخواستوں کے آنے تک کام کو التوا میں ڈالنا نہیں چاہا - کیونکہ ہمیں امید ہے کہ حضرت اقدس کے ان ہاتھوں سے نکلے ہوئے موتیوں کو ہر ایک سچا طالب بڑی آرزو سے لینے کی خواہش کریگا جو اسکے پاس نہیں -

اس مجموعہ سے بڑے فوائد یہ ہیں - اول - گویا یہ ایک حضرت اقدس کی بیس سالہ سوانح عمری ہے - دوم - متفرق اور پراگندہ چھوٹے بڑے اوراق کو موزون تقطیع پر ایک شیرازہ میں جمع کرکے ہر ایک شخص کو مجموعہ سے مستفید کرنا جو اس صورت کے سوا بہت مشکل تھا - اور خاصکر آیندہ نسل کے لئے تو بالکل محال تھا کیونکہ پرانے متفرقات کو جمع کرنا آسان نہیں فقط

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی مالک مطبع کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا